

کہا مجھے یہاں سے لے چلو کیونکہ یہ بدعت ہے، اور وہاں نماز تک پڑھنا گوارانہ کی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة باب فی التثویب ۳۶۷/۱، ترمذی ۳۸۱/۱)

ملاحظہ کیجیے کہ ابن عمرؓ نے اس پر اعتراض کیا، ان سے نفرت کا اظہار کیا اور ان کی مسجد میں نماز تک پڑھنا گوارانہ کی۔ آج کل کا دور ہوتا تو کہہ دیا جاتا کہ اس تھویب کرنے والے نے کسی کو گالی نہیں دی، کوئی گانا نہیں گایا بلکہ وہ لوگوں کو نماز باجماعت کی تاکید کر رہا ہے، یہ تو اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ مگر حضرات صحابہ کرامؓ تو مرثنا س رسول ﷺ تھے۔ ان کی دور رس نگاہیں بدعات و خرافات کی ظاہری چمک میں الجھ کر چند ہی نہیں جاتی تھیں کیونکہ وہ اصل منبع ہدایت اور سرچشمہ اطاعت تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔

نگہ کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی

یہ صنایع مگر جھوٹے گلوں کی ریزہ کاری ہے

مروان بن الحکم نماز عید سے قبل خطبہ دینے کے لیے منبر پر بیٹھا تو حضرت ابوسعید الخدریؓ نے انہیں منبر سے کھینچنے کی کوشش کی۔

(بخاری، کتاب العیدین حدیث: ۹۵۶، ۲/۵۲۰)

مروان مدینے کی گورنری میں جب باہر چلا جاتا تو حضرت ابوہریرہ کو اپنا جانشین بنا لیتا تھا۔ آپؓ کو جب بھی ایسا زین موقع ملتا تو نماز پڑھاتے ہوئے تمام تکبیریں جبراً پڑھنے کے بعد یہ اعلان فرماتے تھے: (انسی لأشبهکم صلاة برسول اللہ ﷺ) (بخاری: کتاب الاذان حدیث: ۷۸۵، ۲/۳۱۴) مراد یہ تھا کہ مروان صاحب کا تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیروں کا سزا پڑھنا بدعت ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆

انمول موتیاں

❖ کسی نے توقعات وابستہ نہ کرو، کیونکہ انسان زندگی کے آدھے غم دوسروں سے توقعات وابستہ کر کے اٹھاتا ہے۔

❖ سقراط سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کبھی رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا گیا۔ اس نے کہا: ”میں اپنے پاس کوئی ایسی چیز

نہیں رکھتا، جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو۔“

❖ ہر روز اپنا منہ آئینے میں دیکھا کرو۔ اگر بری صورت ہے تو برا کام نہ کرو تا کہ دو برائیاں جمع نہ ہوں۔ اگر اچھی

صورت ہے تو اس کو برا کام کر کے خراب نہ کرو۔

(فائزہ عبدالجبار۔ مکتبۃ الدراسات الاسلامیہ غواری)

محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت بائبل میں

ابراہیم عبد اللہ یوگوی

اسی طرح جارود بن العلاءؓ مع اپنی قوم کے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے اوصاف انجیل میں موجود ہونے کی شہادت دیتے ہوئے اقرار کیا کہ آپ واقعی وہ رسول ہیں جن کے بارے میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اس کا واقعہ فتح الباری میں یوں ہے:

جاء الجارود بن العلاء في قومه الى رسول الله ﷺ فقال: "و الله لقد جئت بالحق و نطقت بالصدق، و الذي بعثك بالحق نيا لقد وجدت وصفك في الانجيل، و بشر بك ابن البتول، فطول التحية لك، و الشكر لمن اكرمك، لا اثر بعد عين، و لا شك بعد يقين، مديك فانا اشهد ان لا اله الا الله و انك محمد رسول الله" ثم آمن قومه. (۱)

جارود بن علاءؓ اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا "اللہ کی قسم! آپ ﷺ حق لے کر آئے ہیں اور سچی بات کہی ہے۔ قسم ہے اس رب کی جس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے اوصاف انجیل میں پڑھے ہیں اور بتول کے بیٹے علیہ السلام نے آپ ﷺ کی بشارت دی ہے۔ بہت سی سلامتی ہو آپ ﷺ کے لئے۔ شکر ہے اس ذات کا جس نے آپ کو عزت دی۔ مشاہدہ کے بعد سننے کی گنجائش ہے نہ یقین کے بعد شک کی، اپنا دست مبارک بڑھائیے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔" پھر اس کی قوم مسلمان ہو گئی۔

یہ جارود بڑا زبردست عیسائی عالم تھا، اس نے یہ تسلیم کیا کہ بتول کے بیٹے یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ عیسائی لوگ بھی اس نبی ﷺ کی آمد کے منتظر تھے، جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے۔

چوتھی بشارت: کونے کے سرے کا پتھر

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت: "ایک اور تمثیل سنو! ایک گھر کا مالک تھا جس نے تانستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا، اس میں حوض کھودا، برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا

(۱) دیکھئے امام ابن حجر العسقلانی الفتح الباری ج ۱ ص ۱۲۹ کتاب الایمان حدیث نمبر ۵۳، صحیح مسلم

ج ۱ ص ۱۷۹-۱۹۴ کتاب الایمان، حدائق الانوار ج ۲ ص ۶۵۱، دلائل النبوة امام بیہقی ج ۵ ص ۳۲۳-۳۲۹، السيرة

النبوة ابن هشام ج ۲ ص ۵۷۵، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) البداية والنهاية ج ۵ ص ۵۳-۵۶



گیا۔ جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے بھیجا، باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پٹا، کسی کو قفل کیا اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا۔ یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کریں اور اسے پکڑ کر تانستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا پس جب تانستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کہ کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کوئے کے سرے کا پتھر ہو گیا، یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔“ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔“ (۱)

مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی اپنی مایہ ناز کتاب اظہار الحق میں اس تمثیل کے متعلق لکھتے ہیں: اقول: ان ”رب بیت“ کناية عن الله و ”الکرم“ کناية عن الشريعة، و ”احاطه بیساج و حفر فيه معصرة و برجاً“ کنايات عن بیان المحرمات والمباحات و الاوامر و النواهي، و ان ”الکرامین الاردياء“ کناية عن اليهود کما فهم رؤساء الکهنه و الفريسيون انه تکلم عليهم، و ”ارسل عبیده“ کناية عن الانبياء عليهم السلام، و ”الابن“ کناية عن عيسى عليه السلام. و قد عرفت فی الباب الرابع انه لا بأس باطلاق هذا اللفظ عليه. و قد قتله اليهود ايضا فی زعمهم، و ”الحجر الذي رفضه البنائون“ کناية عن محمد ﷺ، و ”لامه تعمل اثمارة“ کناية عن امته ﷺ، وهذا هو الحجر الذي كل من سقط عليه ترضض، و كل من سقط هو عليه سحقه. (۲)

”میں کہتا ہوں“ اس تمثیل میں مالک مکان سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور باغ سے شریعت کی جانب اشارہ ہے اور اس کا احاطہ گھیرنے اور اس میں شیرہ انگور کے لئے حوض کھدوانے اور برج بنوانے سے محرمات اور مباحات اور اوامر و نواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سرکش بالیوں سے مراد جیسا کہ کانوں کے سرداروں نے سمجھا یہودی ہیں اور بھیجے ہوئے نوکروں کا مصداق انبیاء علیہم السلام ہیں۔ بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور باب نمبر ۴ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس لفظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ان کے نظریہ کے مطابق یہودیوں نے ان کو قتل بھی کیا اور وہ پتھر جس کو معماروں نے



رد کر دیا تھا۔ یہ کہنا یہ ہے ”محمد ﷺ سے“ اور وہ امت جو اس کے پھل لائے گی اس کا اشارہ امت محمدیہ کی جانب ہے اور یہی وہ پتھر ہے کہ جو اس پر گرا ریزہ ریزہ ہو گیا اور جس شخص پر یہ پتھر گرا وہ پس گیا۔“

عیسائی علماء ”کونے کے سرے کا پتھر“ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیتے ہیں جبکہ ان کا یہ کہنا درج ذیل وجوہات کی بناء پر باطل اور غلط ہے:-

وجہ اول:-

حضرت یسوع علیہ السلام کا مذکورہ قول زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ: ”جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا“ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔“ (۱)

اب اگر بقول عیسائی علماء کے اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح کو مانا جائے جو سلاً خود بھی اسرائیلی ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، تو پھر یہودیوں کی نگاہوں میں یہ عجیب کیوں کر ٹھہرا کہ عیسیٰ علیہ السلام کونے کے سرے کا پتھر بن گئے؟ بالخصوص داؤد علیہ السلام کی نظر میں اس کے عجیب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے؟ جب کہ عیسائیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنی زبور میں عیسیٰ علیہ السلام کی بے حد تعظیم کرتے تھے اور ان کے خدا ہونے کے معتقد تھے (نعوذ باللہ) ہاں یہ بات بنی اسماعیل کے کسی فرد کے بارے میں درست ہو سکتی ہے اس لئے کہ یہودی بنی اسماعیل کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان میں سے کسی شخص کا ترقی پا کر ”کونے کے سرے کا پتھر“ بن جانا ان کے لئے یقیناً تعجب خیز ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ صرف بنی اسرائیل کو نبوت اور سیادت کا حقدار خیال کرتے تھے۔

وجہ ثانی:-

اس کلام میں یہ بھی کہا گیا ہے: ”جو شخص اس پتھر پر گرے گا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس پر وہ پتھر گرے گا اس کو پیس دے گا۔“ یہ وصف کسی صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں آتا کیونکہ مسیح علیہ السلام نے نہ جنگ لڑی ہے نہ کسی ملک کو فتح کیا ہے کہ جو آپ کے سامنے آئے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، وہ ریزہ ریزہ ہو، ان کا شیرازہ بکھر جائے۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال پیش کر دے لہذا پیسے جانے اور ریزہ ریزہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو اپنی بات سن کر عمل نہ کرنے اور نہ ماننے والوں کو مجرم بھی نہیں ٹھہراتا۔ جیسا کہ

(۱) زبور نمبر ۱۱۸: ۲۲-۲۳، بائبل کے شارحین اس بات پر متفق ہیں کہ انجیل متی کی مذکورہ عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کتاب مقدس کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ زبور کی یہی عبارت ہے۔